اللہ کے پیاروں کی علامتیں پیدا کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جولائی ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣١﴾ (حٰمٓ السجدة:۳۱)

اور پھر فرمایا:

گزشتہ خطبہ میں میں نے جماعت کو یہ یقین دلایا تھا کہ وہ جو اللہ کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ جن کا دوست ہوتا ہے ان کو کسی قسم کا کوئی خوف اور کوئی حزن نہیں ہوتا۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے میری توجہ ایک اور نکتے کی طرف مبذول کروائی اور وہ یہ ہے کہ خدا کے بندے، اس سے پیار کرنے والے اور جن سے اللہ پیار کرتا ہے وہ بے خوف کیوں ہوتے ہیں۔ دنیا میں جتنے بھی خوفزدہ لوگ ہیں خواہ افراد ہوں یا قومیں ہوں ان کے خوف میں ایک نمایاں عنصر جرم کا شامل ہوتا ہے جس کی وجہ سے بنی نوع انسان کی بھاری تعداد خائف رہتی ہے۔ چنانچہ بعض قومیں بھی اپنے جرموں کی وجہ سے خائف ہیں، افراد بھی اپنے جرموں کی وجہ سے خائف ہیں اور یہ نفسیات کا ایک گہرا نکتہ ہے جسے مختلف فلسفہ دانوں نے بھی بیان کیا اور دنیا کی

مختلف زبانوں کے ادیبوں نے بھی کبھی افسانوں میں اور کبھی ناولوں میں اور کبھی علوم النفس کے ماہرین نے اپنے مضامین میں بیان کیا کہ دنیا کی اکثریت کا خوف جرم سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ اس ضمن میں ایک مشہور کریکٹر Markham (مارخیم) ہے جو ایک افسانہ کے اندر پیش کیا گیا ہے۔ اس میں بھی یہی بات ظاہر کی گئی ہے کہ ایک شخص دنیا کے بیرونی خطروں سے دراصل اتنا خائف نہیں ہوتا جتنا وہ اندرونی خطروں سے خائف ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ایک جرم انسان کے وجود پر قبضہ کر لیتا ہے اور اندرونی خوف اسے بھیانک خوابیں بن کر ڈراتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جگہ جگہ ہر موڑ ہر سائے سے اسے ڈر لگنے لگتا ہے۔ اسی مضمون کو Markham (مارخیم) کے کریکٹر میں چونکہ بہت ہی عمدگی سے بیان کیا گیا ہے اس لئے دنیا میں یہ کریکٹر بہت مشہور ہو گیا۔ امر واقعہ بھی یہی ہے کہ انسانوں کی بھاری اکثریت اسی لئے خائف ہے کہ انہیں اندرونی خطرات لاحق ہیں۔

جہاں تک قوموں کا تعلق ہے آج جو دنیا میں بے چینی پائی جاتی ہے اس کے پس منظر میں بھی جرائم ہیں۔ Totalitarian Regimes ہوں یا اشترا کی طاقتیں۔ فاشسٹ Regimes ہوں یا Dictatorships جو بھی دنیا میں قائم ہیں ان کے پس منظر میں بھی خوف کارفرما ہیں۔ ان کے دلوں میں اپنی کچھ ایسی حرکتیں ہیں جو ہر وقت ان کے دلوں کو بے چین رکھتی ہیں اور جن کے متعلق ان کو معلوم ہے کہ وہ سزا کے لائق ہیں۔ وہ اس خوف کے نتیجہ میں اس بات کے سزاوار بن جاتے ہیں کہ انہیں سزا دی جائے۔ چنانچہ پھر یہ خوف ان کو بعض اور جرموں پر آمادہ اور انگیخت کرتا ہے اور مزید جرم ان کو مزید خائف کرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ دنیا بعض اوقات جن لوگوں کو بڑے عظیم الشان اور صاحب جبروت لوگوں کے طور پر دیکھتی ہے اگر ان کے دلوں میں جھانک کر دیکھا جائے تو ان کی زندگی ایک لعنت اور ایک جہنم بنی ہوتی ہے۔ ان کے خوف بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں اور کم نہیں ہوتے۔ افراد کا بھی یہی حال ہے اور قوموں کا بھی یہی حال ہے اور ان Regimes یعنی طاقتوں کا بھی یہی حال ہے جو جرائم کے زور پر اور ظلم و ستم اور استبداد کے بل بوتے پر دوام چاہتی ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ مومن کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہوئے فرماتا ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۳﴾ (یونس:۶۳) اگر تم دنیا میں بے خوف بندے دیکھنا چاہتے ہو تو میرے پیاروں کو دیکھو کہ ان کا سارا ماضی اور تمام حال جرم سے خالی ہے اور ان کے

مستقبل کے متعلق بھی یہ ضمانت دی جاسکتی ہے کہ وہ جرم نہیں کریں گے کیونکہ وہ لوگ فطرتاً اور طبعاً پاکیزہ اور معصوم ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے جن کا ماضی بے داغ ہو، جن کا حال بے داغ ہو، جن کے مستقبل کے متعلق عالم الغیب خدا یہ کہتا ہو کہ میں نے ان کو دوست قرار دے دیا ہے اس سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ آئندہ بھی بے داغ رہیں گے۔ سب سے زیادہ بے خوف انسان اگر دنیا میں کوئی ہوسکتا ہے تو وہ یہی لوگ ہیں۔ سب سے بڑا خوف اندرونی خوف ہوتا ہے جو بیرونی شکلیں اختیار کرتا ہے جو بڑی بھیانک ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ وہ محض بُھتنے رہتے ہیں لیکن بعض دفعہ یہ خطرے عمل کی دنیا میں ڈھل کر حقیقتاً بڑے سنگین نتائج پیدا کر دیتے ہیں۔

پس یہ دونوں قسم کے خطرات جو فرضی قسم کے ہیں ان سے بھی یہ لوگ پاک رہتے ہیں اور حقیقی خطرات سے بھی پاک رہتے ہیں۔ تو اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ہم حقیقت میں مومن بنا چاہتے ہیں اور ان لوگوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں جو رَبُّنَا اللّٰهُ کہہ کر استقامت اختیار کرتے ہیں، ان کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کہ تمہیں کسی خوف کی ضرورت نہیں۔ تمہیں کسی حزن کی ضرورت نہیں۔ اللہ کو اللہ تم کہہ بیٹھے ہو، اپنی استقامت سے اپنے دعویٰ کی سچائی ثابت کر بیٹھے ہو، یہ تو ایک قدرتی نظام ہے جواب جاری ہوگا، تمہیں لازماً بے خوف بنا دیا جائے گا۔

پس اگر ہم حقیقت میں اللہ کے پیارے بننا چاہتے ہیں، اگر حقیقت میں ان لوگوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں جن پر کوئی خوف مستولی نہیں ہوتا تو اپنی سوسائٹی سے جرم کا ازالہ کریں، ظلم کو کلیۃً مٹا دیں کیونکہ جب تک ہماری سوسائٹی میں ہمارے اندر جرم کا ارتکاب موجود ہے اس وقت تک ہمارا یہ دعویٰ درست ہی نہیں ہے کہ اللہ ہمارا دوست ہے اس لئے اس دعویٰ کے ساتھ جرموں کی بیخ کنی ضروری ہے۔

یہ آیت اصلاح کا ایک عظیم الشان پروگرام ہمارے سامنے کھولتی ہے۔ جو شخص احمدی کہلاتا ہے اس کے گھر کے ہر فرد سے اس کا تعلق ہے۔ جتنے خطرات بڑھیں گے اتنا ہی زیادہ ہمیں نیک بننے کی ضرورت ہے، اتنا ہی زیادہ ہماری سوسائٹی کو جرموں سے پاک ہونے کی ضرورت ہے، اتنی ہی زیادہ ہمارے افراد کے اندر خدا خوفی کی ضرورت ہے، یہ ہے سائنٹیفک مذہب جس کا حقیقت سے تعلق ہے محض دعویٰ کا مذہب نہیں ہے۔ ورنہ تو ساری دنیا یہ کہتی پھرتی ہے کہ ہم خدا والے ہیں، اللہ

ہماری حفاظت کرے گا لیکن یہ صرف پاگلوں والے قصے ہوتے ہیں۔ آخر وہ تمہاری کیوں حفاظت کرے گا۔ تم کیوں کر خدا والے ہو، خدا والوں کی کچھ علامتیں ہوا کرتی ہیں اور وہی علامتیں بے خوفی کا نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ یہ کوئی فرضی قصہ نہیں ہے۔

خدا والوں کی علامتوں میں سے سب سے بڑی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگ جرم نہیں کرتے، نہ وہ دنیا کا جرم کرتے ہیں اور نہ خدا کا جرم کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ معصوم عن الخطا بنتے چلے جاتے ہیں ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو کوئی خوف نہیں۔

چنانچہ ایمان کے تقاضوں میں یہی مضمون بیان ہوا ہے کہ تمہارے بے خوف ہونے تک کچھ منازل ہیں۔ تم اللہ سے مدد مانگو اور ان منازل کی طرف درجہ بدرجہ حرکت کرو ورنہ تم بے خوفی کے مقام تک نہیں پہنچ سکو گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومن کو یہ دعا سکھائی:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۴﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۵﴾ (آل عمران: ۱۹۴-۱۹۵)

کہ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لے آتے ہیں اور اس کی طرف بلانے والوں پر ایمان لے آتے ہیں خدا کے حضور یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے ایک منادی کی آواز کو سنا جو تیری طرف بلا رہا تھا۔ یہ بلاوا ہمیں اتنا پیارا لگا (بلانے والا بھی اور جس کی طرف بلایا جا رہا تھا) اتنا اچھا لگا کہ ہم نے بلا تردد اسے قبول کر لیا۔ سَمِعْنَا ہم نے سنا اور ہم ایمان لے آئے۔ یہ ایک ایسا طبعی اور قدرتی نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے جس کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں۔

پس اے خدا! اس ایمان کے نتیجہ میں جو ہم تجھ پر لائے ہیں ہماری تجھ سے کچھ التجا ہے۔ پہلی التجا تو یہ ہے کہ جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں ان کے بوجھ ہم کہاں اٹھائے پھرتے رہیں گے وہ تو ہمارے کھاتہ سے دور کر دے، ان کو مٹا دے اور معاف کر دے اور آئندہ کے لئے بھی ہمیں اپنے نفس پر اعتماد نہیں، ہم بے حقیقت اور عاجز بندے ہیں ہم تجھ سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم میں یہ طاقت ہے کہ

ہم جرموں اور گناہوں سے بچ سکیں گے۔ پس تجھ سے یہ التجا کرتے ہیں کہ اس ایمان کے بدلہ میں (دیکھیں مومن کتنی بڑی قیمت مانگ رہا ہے) ہمارے پہلے گناہ بھی سارے کے سارے بخش دے اور آئندہ کے گناہوں سے بچنے کی بھی توفیق عطا فرما اور ہماری وہ بدیاں جو ہماری فطرت کے اندر داخل ہو چکی ہیں اور ہمارے وجود کا حصہ بن گئی ہیں جو دراصل گناہوں پر منتج ہوا کرتی ہیں ان سے ہمیں بچا۔ یعنی ایسی بدصفات، بدخصلتیں اور بدعادتیں، بعض حرصیں اور تمنائیں جو انسان کے ساتھ لگی رہتی ہیں اور گناہ پر آمادہ کرتی رہتی ہیں یہ سب سَیِّاٰتِ ہیں جو ہمارے وجود میں بدیوں کی شکل میں داخل ہوئی ہوتی ہیں اور وہ ہمارے وجود کا شیطان بن گئی ہیں ۔ جب تک تو ان کو نہیں مٹائے گا ہم آئندہ جرموں سے پاک کس طرح ہوں گے اس لئے اے اللہ! ہم تجھ سے ہی درخواست کرتے ہیں کہ تو ان کو بھی مٹادے۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک اور رنگ میں دعا کرنے کی تعلیم دیتا ہے کہ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ہم نہیں جانتے ہماری موت کب آنی ہے۔ ایمان کی حالت میں کچھ جلدی مر جائیں گے، کچھ دیر میں مریں گے اور یہ سلسلہ لمبا دکھائی دیتا ہے، ہماری کمزوریاں بہت ہیں ہمارے گناہ زیادہ ہیں، ہم تجھ سے لمبی عمر نہیں مانگتے مگر یہ ضرور مانگتے ہیں کہ ہمیں موت نہ دینا جب تک نیک بندوں میں نہ لکھے جاویں۔ اگر تھوڑے دن مقرر ہیں تو اس نظام کو تیز فرمادے، اس سلوک رحمت کو بہت تیزی کے ساتھ جاری فرما یہاں تک کہ ہمارے پرانے گناہ جھڑ جائیں اور ہماری بدیاں دور ہو جائیں اور جب موت کا وقت آجائے تو اس وقت تیری نظر ہم پر اس طرح پڑ رہی ہو جس طرح نیک بندوں پر پڑتی ہے۔ اے خدا! تو پیار سے ہمیں دیکھ رہا ہو کہ ہاں یہ ابرار ہیں۔

اس انجام تک پہنچانے کے بعد پھر فرمایا کہ اب تم اپنی فتح کی دعائیں مانگو! اب مجھے یاد کراؤ وہ وعدے جو رسولوں سے میں نے کئے تھے کہ آئندہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے جن کو عظیم الشان روحانی فتوحات عطا کی جائیں گی۔ فرمایا جب تک تم ان منازل سے نہیں گزرتے اس وقت تک اس بات کا حق نہیں رکھتے کہ مجھ سے مانگو۔ پہلے ابرار کی منزل تک تو پہنچو۔ اگر اشرار کی منزل پر رہے تو میں دنیا کی باگ ڈور کیوں تمہارے ہاتھ میں پکڑاؤں گا۔ میں دنیا کی اصلاح کے عظیم کام تمہارے سپرد کیسے کروں گا۔

یہ اتنی عظیم الشان دعا ہے ایمان کے تقاضے کے طور پر اور اس طرح تسلسل کے ساتھ کہ گویا بہتر سے بہتر انجام کی طرف حرکت کرتی چلی جاتی ہے۔ قرآن کریم کی اس فصاحت و بلاغت پر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ فرمایا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ اے خدا! ہمیں ایسا بنا دینا کہ پھر موت نہ آئے جب تک ہم تیری نظر میں نیک نہ ہو چکے ہوں۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۵﴾ کہ اے اللہ! پھر اس کے بعد کون سا عذر باقی رہ جاتا ہے کہ ہمارے حق میں وہ وعدے پورے نہ ہوں جو تو نے گزشتہ نبیوں سے کئے تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ زمانہ میں مسیح موعودؑ کی جماعت کا ایک بہت عظیم الشان مقام ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دین کا سارے ادیان پر غلبہ اس کے زمانہ میں ہونا ہے اور یہ کائنات کا اتنا بڑا واقعہ ہے کہ اس کی نظیر آپ کو کہیں اور نظر نہیں آتی۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ادیان عالم پر اسلام کے غلبہ کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس نے مسیح موعودؑ کے زمانہ میں پورا ہونا ہے۔ یہ مقدر ہے اور اب تک چونکہ وہ غلبہ حاصل نہیں ہوا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن ابھی نہیں آئے، وہ آنے والے ہیں۔ تو وہ کون سا وعدہ تھا جو خدا تعالیٰ نبیوں سے کرتا چلا آیا تھا کہ ایک عظیم الشان فتح ہونے والی ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی فتح کے سوا اور کسی فتح کی حقیقت ہی کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ نبیوں سے جس عظیم الشان فتح کی باتیں کرتا چلا آیا ہے وہ یہی فتح ہے یعنی آنحضور ﷺ کی فتح۔

پس بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے ہاتھوں اسلام کو وہ فتح عطا ہونی ہے لیکن یہ اتنی مقدس فتح ہے اور اتنی عظیم الشان اور تاریخی حیثیت کی فتح ہے کہ اس فتح کی تیاری کے لئے پہلے پاک ہونا پڑے گا۔ جب تک ابرار میں آپ داخل نہیں ہو جاتے آپ کے مقدر میں یہ فتح نہیں لکھی جاسکتی کیونکہ سید الابرار کی فتح گندے لوگوں کے ہاتھ پر نہیں ہوسکتی۔ یہ آپ یقین کر لیجئے یہ ناممکن ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی فتح ان لوگوں کے ہاتھ پر ہو جو گناہوں کے بوجھ تلے دبے پڑے ہوں۔ جو لوگ اس سفر میں داخل ہی نہ ہوئے ہوں کہ ان کے پہلے گناہ بخشے جا رہے ہوں، آئندہ کمزوریاں دور کی جا رہی ہوں، نیکیاں عطا ہو رہی ہوں اور بڑی تیزی کے ساتھ تیاریاں ہو رہی ہوں

اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تحت کہ لوگ مریں گے نہیں جب تک نیک نہ ہو جائیں۔ اللہ فرماتا ہے پہلے ان لوگوں میں تم داخل ہو جاؤ پھر تم اس فتح کے لائق قرار دیئے جاؤ گے جو میرے محبوب بندہ محمد مصطفی ﷺ کی فتح ہے اور جس کے متعلق میں پرانے نبیوں سے وعدہ کرتا چلا آیا ہوں کہ وہ فتح ضرور عطا ہو گی۔

پس یہ وہ مضمون ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کا جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے میری توجہ پھیری کہ زبانی دعویٰ کوئی چیز نہیں ہے، یہ کہنا کہ ہاں ہم خدا والے ہو گئے ہیں ہم پر کوئی ہاتھ تو ڈال کر دیکھے یہ محض دعویٰ ہے، خدا والے بنتے ہو تو تمہارے اندر خدا والوں کی علامتیں ظاہر ہونی چاہئیں اور یہ وہ علامتیں ہیں جن کا میں نے قرآن کریم کی رو سے ذکر کیا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کے تابع یہ علامتیں لازماً خدا والوں میں جاری ہونی شروع ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ ابرار بن جاتے ہیں جس کا دوسرا نام اولیاء اللہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی مضمون کو بہت ہی پیارے انداز میں اپنے نہایت ہی پیارے اور محبوب کلام میں یوں بیان فرماتے ہیں:

”مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں“

کیسا عارفانہ کلام ہے۔ وہ وجود جو صاحب تجربہ ہو، جو ان چیزوں میں سے گزرا ہو صرف اسی کے منہ سے یہ کلمے جاری ہو سکتے ہیں۔ دنیا کے عام مولوی کو یہ علم نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔ عارف باللہ کا کلام ہے۔ فرمایا کہ خدا ضرور مدد کرتا ہے، میں بھی دعوے کرتا ہوں کہ مجھ پر ہاتھ تو ڈال کر دیکھو، میں خدا کا شیر ہوں، کس کو جرأت ہے، کس کی مجال ہے کہ مجھ پر ہاتھ ڈال سکے، لیکن کیوں دعویٰ کرتا ہوں اس لئے کہ اس یقین پر قائم ہوں کہ یہ محض فرضی دعوے نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں:

”خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور
انجام کار ان کی تعظیم ملوک اور ذوی الجبروت کرتے ہیں“

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۸۹)

کتنا عظیم الشان کلام ہے۔ اللہ کے پیاروں میں قبولیت کی ایسی علامتیں پائی جاتی ہیں کہ ان کی تعظیم ملوک اور ذوالجبروت کرتے ہیں اور ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔

پس اے احمدی! اگر تو سلامتی کا شہزادہ بننا چاہتا ہے، اگر تو چاہتا ہے کہ آسمان سے ملوک

تیری تعظیم کریں اور ذوالجبروت تیری تعظیم کریں تو لازم ہے کہ قبولیت کی ان علامتوں کی طرف دوڑ اور بڑی تیزی کے ساتھ ان علامتوں کو اپنے وجود میں جاری کر لے جو اللہ کے پیاروں اور اس کے محبوبوں کی علامتیں ہوا کرتی ہیں۔ یہ کام ہم کر دیں تو ساری دنیا میں اسلام کی فتح کے کام اللہ کرے گا، ہماری ساری مشکلیں دور ہو جائیں گی، سارے مصائب ٹل جائیں گے، ہر غم خوشی اور راحت میں تبدیل ہو جائے گا اور ہر خوف امن میں بدل جائے گا۔

پس اس رمضان کو ان علامتوں کے حصول کا رمضان بنالیں۔ ہمارے چھوٹے اور ہمارے بڑے، ہمارے بچے اور ہمارے بوڑھے، ہماری عورتیں اور ہمارے مرد سب کے سب خدا سے گریہ وزاری کریں کہ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ اے ہمارے رب! ہمارا تو اتنا ہی قصور ہے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا جو تیری طرف بلا رہا تھا اور ہم ایمان لے آئے۔ خدا فرماتا ہے کہ ایمان لانے کے اس چھوٹے سے فعل کا نتیجہ اب یہ نکالو، میں عطا کرنے پر آیا ہوں اور میں عطا کرتا چلا جاؤں گا، میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ یہ کون سی اتنی بڑی نیکی تھی جو تم نے کی کہ میں سب کچھ تمہیں دے دوں، خود دعا سکھادی۔ فرمایا تم صرف اتنا کہو کہ اے خدا! ہم ایمان لے آئے ہیں بس اب تو ہمارے پرانے گناہ معاف فرما، ہماری بدیاں دور کرتا چلا جا، اس وقت ہم پر موت نہ آئے جب تک ہم نیک نہ ہو جائیں اور وہ سارے وعدے ہمارے حق میں پورے فرمادے جو گزشتہ نبیوں سے تو کرتا چلا آیا ہے۔

اس کے بعد میں مختصراً **سال رواں کے مالی گوشوارہ کا ذکر** کرنا چاہتا ہوں۔ مقبولوں کی علامتوں میں سے ایک مالی قربانی بھی ہے خصوصاً اس دور میں جو مادیت کا دور ہے، مادہ پرستی کا دور ہے جس میں انسان آسانی سے اپنی کمائی سے الگ نہیں ہوسکتا۔ خالصۃً لِلّٰہ یعنی اللہ کی رضا کی خاطر اگر ایک دمڑی بھی پیش کی جائے تو اس کی بھی بہت بڑی قیمت ہے۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ جماعت کو دن بدن قبولیت کی علامتیں عطا فرماتا چلا جا رہا ہے اور پہلے سے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ یہ علامتیں تو ہمیشہ سے جماعت میں ہیں لیکن وہ جماعت بڑی خوش نصیب ہوتی ہے جو ان علامتوں میں کم ہونے کی بجائے بڑھتی چلی جائے۔

پس جہاں تک مالی قربانی کا تعلق ہے ساری دنیا میں بالکل صاف نظر آ رہا ہے کہ جماعت

بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے باوجود اس کے کہ دنیا میں بڑے مالی بحران آگئے ہیں، باوجود اس کے کہ روپیہ کی قیمت گرنے کی وجہ سے شدید مشکلات کا دور ہے اور بڑی اقتصادی بدحالی ہے، تنخواہ داروں کا بہت برا حال ہے، تاجروں کی تجارتیں خراب ہورہی ہیں، اقتصادی لحاظ سے ہر جگہ ایک بحران ہے لیکن اللہ کی عجیب شان ہے کہ جماعت احمدیہ پر ہر نیا سال پہلے سے زیادہ بڑھ کر فضل لے کر آتا ہے۔

گزشتہ مالی سال کے لئے جو بجٹ تیار کیا گیا تھا یعنی کل تک جو سال گزرا ہے اس کا بجٹ اس کے پچھلے سال کے مقابل پر غیر معمولی اضافہ کے ساتھ بنایا گیا تھا اس لئے ناظر صاحب بیت المال آمد بہت گھبرائے ہوئے تھے کہ پتہ نہیں یہ پورا ہوتا ہے یا نہیں اور مالی سال کے آخر پر ہم کوئی بجٹ بھی پیش کر سکیں گے یا نہیں۔ علاوہ ازیں جب میں نے یہ اعلان کیا کہ دوست سچائی پر قائم ہو جائیں اور اپنی آمدنیوں کو چھپائیں نہیں۔ اگر ان کو پورا چندہ دینے کی توفیق نہیں تو معافی کا میں آج اعلان کر دیتا ہوں بقایاجات بھی معاف ہو جائیں گے، صرف آپ دیانتداری سے اور تقویٰ کے ساتھ سچ بولیں۔ اس اعلان سے تو ناظر صاحب بیت المال اور بھی زیادہ گھبرا گئے اور ایک موقع پر ان کی چٹھی آئی کہ اب آپ کیا سب کو معاف ہی کرتے چلے جائیں گے، بجٹ کیا بنے گا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔ اللہ پر توکل رکھیں اللہ سچائی کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اصل زندگی سچائی سے عبارت ہے، ساری طاقت سچائی میں ہے اور ساری نیکیوں کی جان سچائی میں ہے۔ ابرار بننا ہے تب بھی سچائی سے یہ سفر شروع کرنا پڑے گا اور مسلسل سچائی کو اپنے ساتھ رکھنا پڑے گا۔ ایک قدم بھی سچائی کے بغیر اٹھا کر آپ روحانی لحاظ سے زندہ نہیں رہ سکتے۔

بہرحال جتنے خطوط آئے جتنی چٹھیاں آئیں ہم سب کو معاف کرتے چلے گئے اور کہا کہ اگر دوستوں کو چندہ دینے کی توفیق نہیں بے شک نہ دیں لیکن سچ بولیں، خدا نے ان کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کو کم کر کے نہ دکھائیں نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سال کے آمد کے بجٹ کے مقابل پر (جو اس سے پچھلے سال سے بہت زیادہ تھا) ۴۷ لاکھ روپے زیادہ وصول ہوئے ہیں۔ میری روح خدا کے حضور سجدے کر رہی ہے۔ لاکھوں کی وجہ سے نہیں بلکہ ان ان گنت جذبات خلوص کی بنا پر جو ان لاکھوں کے پیچھے کام کر رہے ہیں۔ بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر دوستوں نے یہ چندے دیئے ہوں گے، بڑی قربانیاں کر کے یہ چندے دیئے، غریبوں نے بھی دیئے امیروں نے بھی دیئے اور اس عزم

کے ساتھ دیئے کہ ہمارا قدم پیچھے نہیں جائے گا، روپیہ کی قیمت کم ہو رہی ہے تو ہمارے لئے کم ہو جماعت کے لئے کیوں کم ہو، جماعت کو ہم سے زیادہ ضرورتیں ہیں۔ یہ تھا جذبہ جو چندے دینے کے پیچھے کارفرما تھا۔ دنیا کی قوموں میں تو روپے کی قیمت کم ہو تو کہتے ہیں ٹیکس معاف کر دو، فلاں چیز معاف کر دو، ہم سے زندہ نہیں رہا جاتا لیکن یہ وہ زندہ قوم ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے کہ جتنی روپے کی قیمت کم ہوتی چلی گئی اتنا ہی ان کو یہ خیال آیا کہ سلسلہ کو زیادہ روپے کی ضرورت ہے اس لئے اور زیادہ قربانی کرو۔ یہ اضافہ پہلے سے بڑھ کر اور حیرت انگیز ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین تھا اور اس پر توکل تھا لیکن اتنے اضافہ کی توقع نہیں تھی۔ پتہ نہیں کہاں سے آیا ہے کس طرح آیا ہے بارش کے قطروں کی طرح گرا ہے اور جب یہ بجٹ Close ہوا ہے (اور ابھی اس میں کچھ رقمیں داخل ہونے والی ہیں) تو خدا کے فضل سے متوقع بجٹ سے ۴۷ لاکھ روپے زیادہ وصولی ہو چکی ہے اور باقی ساری دنیا میں بھی یہی حال ہے جیسا کہ دوست الفضل میں پڑھتے رہتے ہیں۔

پس ہم پر شکر واجب ہے یہ مقبولوں کی علامتیں ہیں جو ہم میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ دعا کریں خدا تعالیٰ ان علامتوں میں مزید برکتیں عطا کرتا چلا جائے اور ان کو بڑھاتا چلا جائے۔ یہ علامتیں عبادتوں میں بھی اسی طرح برکت پائیں جس طرح مالی قربانیوں میں برکت پا رہی ہیں۔ وقف کی روح میں بھی اسی طرح برکت پائیں جس طرح مالی قربانی میں برکت پا رہی ہیں۔ ہماری زندگی کے ہر شعبہ میں یہ علامتیں ظاہر ہو جائیں۔ ہمارے ذاتی انفرادی اخلاق میں ظاہر ہو جائیں، ایک دوسرے سے ہمارے سلوک میں ظاہر ہو جائیں، اپنی بیویوں سے ہمارے سلوک میں ظاہر ہوں، بیویوں کے اپنے خاوندوں سے سلوک میں ظاہر ہوں، بچوں سے سلوک میں ظاہر ہوں، بچوں کے اپنے ماں باپ کے سلوک میں ظاہر ہوں، گویا ہر طرف جتنی جگہ بھی آپ کی زندگی میں کوئی تعلق قائم ہوتا ہے ہر جگہ اللہ کے پیار کی علامتیں آپ کے اندر جلوہ گر ہونی چاہئیں۔ اس کو کہتے ہیں خدا میں نہاں ہو جانا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ جو فرمایا:

ع نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

(درثمین صفحہ: ۵۰)

تو یہ بھی کوئی فرضی فلسفہ کی بات نہ تھی ۔ مراد یہ تھی کہ ہم نے گویا اور زیادہ صفات باری کو اختیار کرلیا۔ ہمارے اندر پہلے سے بڑھ کر مقبولوں کی علامتیں ظاہر ہوگئیں ۔

پس اس رمضان کے مبارک مہینے میں دوست بہت دعائیں کریں اور پھر سارا سال کوشش کریں کہ مقبولوں کی علامتیں ہمارے اندر نشوونما پاتی اور بڑھتی رہیں یہاں تک کہ جماعت پر ایک عظیم الشان روحانی بہار آجائے جس کے بعد اس کا بڑھنا مسلسل جاری رہے اور کسی کی طاقت میں نہ رہے کہ وہ اس کو روک سکے ۔ دنیا کے لئے یہ ناممکن ہو جائے کہ وہ تمہاری راہ میں حائل ہو سکے اور وہ اسی طرح ناممکن بنے گا کہ تم خدا والے ہو جاؤ اور خدا کے پیار کی علامتیں تمہارے اندر ظاہر ہوں ۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

پچھلے چند دنوں سے گرمی بہت زیادہ ہوگئی ہے ۔ ویسے تو مومن کا کام ہے کہ اللہ کی رضا پر راضی رہے جو بھی ہے ٹھیک ہے ۔ ہر ابتلا پر راضی ہونا ہی مومن کے لئے جنت ہے لیکن ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ ہر ضرورت کے لئے مجھ سے دعائیں مانگو ۔ ادنیٰ تکلیف کے لئے بھی مجھ سے دعائیں مانگو، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کا ایک حصہ ہے، یہ بھی اس کی تقدیر کا ایک حصہ ہے اس لئے ہم ہر تقدیر پر راضی ہیں اور اس محبت اور پیار کی تقدیر کا بھی مطالبہ کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں اس نے ہمیں ہر تکلیف دور ہونے کی دعا بھی سکھا دی ۔ ایک طرف فرمایا میری ہر رضا اور میری ہر تقدیر پر راضی ہو جاؤ اور ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ چھوٹی سے چھوٹی مشکل میں بھی مجھ سے دعا کرو کہ میں تمہاری مشکل دور کروں ۔ پس ہمارے لئے جنت ہی جنت ہے ۔ کچھ جنتیں ذرا ظاہری جسمانی مشقت سے ملتی ہیں کچھ آسانی سے مل جاتی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھ سے آسانی کی جنتیں بھی مانگا کرو اس لئے ایک صاحب نے ابھی مجھے خطبہ سے پہلے کہا تھا کہ دعا کی تحریک کروں کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور بارش بھیجے ۔

بارش کی دعا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ بعض دفعہ بارش اتنی شدید گرمی اور مصیبت لے کر آتی ہے کہ انسان کا پہلے سے بھی برا حال ہو جاتا ہے ۔ ابھی تو آپ کو ''پت'' نہیں نکل رہی، پسینے ٹھنڈ پیدا کر رہے ہیں، درختوں کے سائے ٹھنڈے ہیں، کمروں کی چھتوں کے نیچے کچھ آرام ہے اگر بھڑ اس والی بارش ہو جائے کہ وہ گرمی کی جان نہ مار سکے لیکن نمی پیدا کر جائے تو یہ تو بڑی خطرناک دعا ہوگی اس لئے فضل اور رحمت کی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جس شکل میں بھی ہمارے لئے بہتر ہے فضل اور رحمت لے

کر آئے ، ہمارے روزے آسان کر دے ، ہمارے دلوں میں بشاشت پیدا کرے ، ہماری تکلیفوں کا ازالہ فرمائے اور پھر ہمیں یہ ہمت عطا کرے کہ واقعۃً ہم اس کی رضا پر راضی رہنے والے بن جائیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۹ جولائی ۱۹۸۳ء)